گاندھی جی کی جان بچانے والے

بطخ میاں انصاری



مصنف: سید نصیر احمد

مترجم: ابوالفوزان

گاندھی جی کی جان بچانے والے

بطخ میاں انصاری

مصنف

سید نصیر احمد

مترجم

ابوالفوزان

ایم۔اے(اسلامیات)ایم۔اے(اُردو)

آزاد ھاؤس آف پبلیکیشنس

اُنڈاوِلّی۔522501 (آندھراپردیش)

کتاب کا نام : گاندھی جی پرانا رکھشا کُڈُو، بطخ میاں انصاری (تلگو)
گاندھی جی کی جان بچانے والے 'بطخ میاں انصاری' (اردو)
مصنف : سید نصیر احمد
مترجم : ابوالفوزان، ایم۔اے (اسلامیات) ایم اے (اُردو)
پہلا ایڈیشن : مئی/ 2019
تعداد اشاعت : 3000
پبلیشرز : آزاد ہاؤس آف پبلی کیشنز

Azad House of Publication
C-2-Sri Ram's Arcade, Amaravathi Road,
Undavalli-522 501 Tadepalli Mandal,
Guntur Dist. (A.P) Ph:9440241727

پبلی کیشنز نمبر : 16
قیمت : Rs. 25/-
کمپوزنگ وطباعت : سہیل گرافکس، چھتہ بازار، حیدرآباد۔۲
Ph: 9246161020

یہ 1917 کی بات ہے۔

15 / اپریل کو لگ بھگ دن کے تین بجے مہاتما گاندھی ریاست بہار کے مظفر پور سے ریل کے ذریعہ چمپارن ضلع کا مستقر موتی ہار کے ریلوے اسٹیشن پہنچے، مختلف گاؤں اور دیہاتوں کے نیل کے باغات کے کسان اور دوسرے کاشتکار بڑی تعداد میں جمع ہوکر ان کا استقبال کیا، نیل کی کاشت ہونے والے باغات، اس کاشت سے تیار ہونے والی نیل کے کارخانوں کے لیے چمپارن کا علاقہ ایک دہے سے مشہور ہے، نیل تیار کرنے والے کارخانوں اور نیل کے باغات کے مالکان زیادہ تر انگریز تھے، ہندوستان کے کسان زیادہ تر چھوٹے اور متوسط درجہ کے کاشتکار تھے، انگریز حکومت کا زمانہ تھا، اس لیے انگریزوں کی ہی من مانی ہوا کرتی تھی، کسانوں میں زیادہ تر قول پر زمین لینے والے کاشتکار ہی تھے، زمینات اور کارخانہ جات زیادہ تر انگریز مالکان کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے وہ چمپارن کے کسانوں کے مفادات کے مغائر کام کرتے تھے۔ خصوصاً ''تین کتیا'' (Tien Kathia) جیسے معاہدے کو ان کسانوں پر تھوپ کر تاوان، زراعت، ابواب جیسے مختلف عنوانات سے زبردستی کسانوں سے ٹیکس وصول کیا کرتے تھے، کسانوں سے زبردستی بیگار کرواتے ہوئے ان کی محنت کا استحصال کرنا، ان کا معمول بن گیا تھا۔

انگریز مالکان کے ناجائز اور جبر پر مبنی طریقوں پر احتجاج کریں، یا انکار کریں، یا ہمت کر کے ان کا مقابلہ کریں تو ان مالکان اور ان کے گماشتوں کے ظلم وتشدد کا کسان خاندانوں کو نشانہ بننا ناگزیر تھا، حکومت اور اقتدار انگریزوں کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے انگریز مالکان کی بات ہی سنی جاتی تھی، جس کی وجہ سے کسان مجبور محض بن کر رہ گئے تھے، انگریز مالکان کے بتدریج بڑھتے ہوئے ظلم وستم سے تنگ آکر اگر کبھی کبھار کسان احتجاج اور تحریک چلاتے تو انگریز حاکموں کی مدد واعانت سے نہ صرف یہ کہ ان تحریکوں کو کچل دیا جاتا، بلکہ ان تحریکوں کی قیادت کرنے والے کسان قائدین کو طرح طرح کی پریشانیوں اور اذیتوں میں مبتلا کرنا روز کا معمول بن گیا تھا۔



چمارن میں پولیس گاندھی جی کو ارسٹ کرتے ہوئے

ان پریشان کن حالات سے کسانوں کو بچانے کے لیے چمارن علاقے کے راج کمار شکلا (1875-1929) پیر محمد مونس انصاری (1882-1949) کی اپیلوں اور التجاؤں کے جواب میں گاندھی جی موتی ہار پہنچ گئے تھے، گاندھی جی کے موتی ہار پہنچنے کے دوسرے ہی دن سے کسان اور کاشتکار بڑی تعداد میں گاندھی جی سے مل کر نیل کے باغات اور کارخانوں کے مالکان کے ظلم وستم کی دستانیں سنانے لگے۔

انگریز مالکان کی توقعات کے برخلاف، مظلوم کاشتکار بغیر کسی خوف وجھجک کے انگریز مالکان کے ظلم وستم کی کہانیاں من وعن گاندھی جی کو سنانے لگے۔ ان غیر متوقع حالات سے واقف ہو کر انگریز مالکان گاندھی جی کے پروگرام کو سپوتاز کرنا چاہا، انگریز عہدیداروں اور انگریز عدالتوں کو اس سلسلے میں استعمال کرنا چاہا، لیکن گاندھی جی کی یہ تحریک پُر امن طریقے سے جاری رہنے کی وجہ سے محکمۂ پولیس یا عدالتیں کوئی مداخلت نہ کر سکیں، انگریز عہدیداروں کے دباؤ اور سزاؤں سے بے خوف ہو کر انگریز مالکان کے ظلم وستم اور ان کے معاشی استحصال کے حربوں کو کسانوں نے بڑی بے باکی اور ثبوت وشواہد کے ساتھ گاندھی جی کو بتانے لگے تو انگریز مالکان میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔

اس خوف کے چلتے گاندھی جی کو چمپارن سے بے دخل کرنے کی انگریز مالکان نے منصوبہ بندی کی، انگریز مالکان باغات میں اپنی کینہ پروری اور بدمعاشی میں مشہور ''اِروِن'' (Irwin) نے گاندھی جی کا کام

تمام کرنے کا ایک منصوبہ مرتب کیا۔ اس منصوبے کا خدوخال یہ تھا کہ دعوت کے نام پر گاندھی جی کو اپنے گھر مدعو کر کے کھانے میں زہر ملا کر گاندھی جی کو ختم کیا جائے۔ ''آپ کی آنکھ آپ ہی کی انگلی سے پھوڑ دینا چاہئے'' کی مثل کے مصداق عمل کر کے اپنی مقصد براری حاصل کرنے کا اس نے منصوبہ بنایا، اس کام کے لیے اپنے باورچی بطخ میاں انصاری (1957-1867) کا انتخاب کیا، اُنہیں بلا کر یہ حکم دیا کہ اپنے گھر دعوت پر آ رہے گاندھی جی کو دودھ میں زہر ملا کر اُنہیں پیش کرنا چاہئے، اس حکم کے سنتے ہی بطخ میاں انصاری کے چہرے پر پس و پیش کے آثار دیکھ کر اس نے انصاری کو بڑی بڑی لالچیں دیں، اس نے وعدہ کیا کہ اُنہیں بڑی تنخواہ دیگا اور اس کے علاوہ زمین کی شکل میں بڑا انعام بھی دے گا، اسی کے ساتھ ساتھ اِرون نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی ہوئی یا اس حکم کو نظر انداز کیا گیا تو انتہائی بھیانک نتائج بھگتنے پڑیں گے، اپنی انتہائی ذلالت اور ظلم کے لیے مشہور اس انگریز حاکم کے ظلم و ستم سے اچھی طرح واقف بطخ میاں انصاری سہم گئے اور کوئی جواب دیئے بغیر خاموشی اختیار کی۔

اس منصوبے کے مطابق ارون نے گاندھی جی کو ان کے رفقاء کے ساتھ اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا، اس انگریز کے گھناؤنے منصوبے سے ناواقف گاندھی جی اپنے رفیق، وکیل بابو راجندر پراساد کے ساتھ اِرون کے گھر آئے۔ اس دعوت میں عین وقت پر بطخ میاں انصاری گاندھی جی سامنے حاضر ہو کر اپنے مالک اِرون کی سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے بتادیا کہ اس دودھ میں زہر ملا ہوا ہے، بطخ میاں انصاری کی اس ہمت اور دلیری کی وجہ سے ارون کی خطرناک سازش ناکام ہوگئی اور گاندھی جی کی جان بچ گئی۔

گاندھی جی کو ختم کرنے کی سازش کا ناکام ہونا اور وہ بھی اپنے محکوم و ملازم باورچی بطخ میاں انصاری کے اس کے اپنے حکم کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے سے ارون آگ بگولا ہو گیا، اس کا یہ غصہ بطخ میاں پر ٹوٹ پڑا، انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا، اُنہیں ملازمت سے برخواست کیا گیا، ان کا گھر بار ضبط کر لیا گیا، ان کا گھر نیلام کر دیا گیا، انگریز پولیس نے اُنہیں گرفتار کر لیا، ان پر بے انتہا تشدد کیا گیا، یہاں تک کہ ارون اُنہیں اپنے بال بچوں سمیت ان کے اپنے گاؤں سسوا اصغری (Siswa Ajgari) سے بے دخل کر دیا۔ گاندھی جی کو انگریزوں کے خطرناک جان لیوا سازش سے بچانے پر خوش اور مطمئن بطخ میاں انصاری خود پر انگریزوں کے ذریعہ ڈھائے گئے، ان مظالم کو برداشت کرتے ہوئے ناگزیر اور بے سرو سامانی کی حالت میں اپنے بال بچوں سمیت اپنے گاؤں سے نکل پڑے۔

انگریز حکومت کو بے دخل کرنے کی غرض سے شروع کی گئی تحریک آزادی میں اہم کردار ادا کرنے والے موہن داس کرم چند گاندھی، انگریزوں کے جان لیوا خطرناک سازش سے بطخ میاں انصاری کی ہمت اور بے مثال قربانی سے 1917 میں اپنی جان بچا کر بخیریت باہر آ گئے، انگریز مالکوں کے جان لیوا سازش سے گاندھی جی کو آگاہ کر کے ان کی جان بچانے والے باہمت بطخ میاں انصاری چمپارن کے عوام میں گھل مل کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

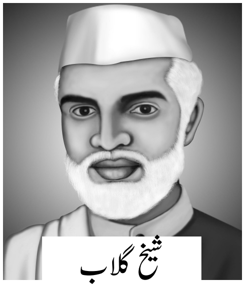
❀❀❀

1757 کی جنگِ پلاسی کے بعد انگریز من مانی طریقوں سے ہندوستانی عوام کا استحصال جاری رکھا، اس زمانے میں کپڑا اور رنگ سازی کی صنعتوں میں بے انتہاء کار آمد نیل کی پیداوار اور برآمدات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا، بنگال کے مواضعات سے شروع ہونے والی اس نیل کی پیداوار کو صوبہ بہار تک وسعت دی گئی ،صوبہ بہار کے چمارن علاقے کو انگریز حکام اور انگریز مالکان باغات نے نیل کی پیداوار اور برآمدات کا مرکز بنا کر انگریز عہدیداروں کی اعانت سے اکثر زمینات پر قبضہ جمالیا، غیر محدود منافعوں کے لالچ میں انگریز مالکان نے ان کی خواہش کے مطابق رقبوں میں نیل کی کاشت کرنے اور ان کے مقرر کی ہوئی قیمت پر ہی پیداوار فروخت کرنے کے لیے کسانوں کو پابند کیا، کسانوں کی زمینات کو بیس حصوں میں تقسیم کر کے اس کے تین حصوں میں لازماً نیل کی کاشت کرنے ''تین کتیا'' (Teen Kathiya) معاہدہ کو جبراً کسانوں پر مسلط کیا، اس معاہدے کی عمل آوری، یا خلاف ورزی کو باقاعدہ بنانے کے سلسلہ میں (40) قسم کے ٹیکس اور جرمانے عائد کر کے وصول کرنا شروع کیا۔

بین الاقوامی بازار کے نرخوں میں آنے والے اُتار چڑاؤ کی وجہ سے یا موسمی تغیرات کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کی پابجائی کے لیے دوسری مختلف قسم کی وصولیات شروع کیں، اس معاشی اور ذہنی استحصال سے کسان نالاں رہنے کے باوجود انگریز مالکان کو انگریز حکومتی عہدیداروں اور پولیس کی بھرپور مدد حاصل ہونے کے سبب کاشتکار مجبور و بے بس تھے، اسی مجبوری اور بے بسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریز مالکان اور ان کا عملہ بلا روک ٹوک کسانوں کا معاشی استحصال کرتے ہوئے انہیں چوس رہا تھا، انگریز مالکان کی من مانی کو چیالینج کرنے والا ، ان کا مقابلہ کرنے والے کسی شخص یا ادارے کی غیر موجودگی سے چمپارن کے کسان انگریزوں سے دب کر ڈر کر رہنے کی حالت میں دھکیل دیئے گئے۔

مادروطن پر انگریزوں کی حاکمیت کوسوال کرتے ہوئے ابھرنے والی تحریک آزادیٔ ہند کی سرزمین ہند میں آغاز ہونے کے ساتھ ہی ہندوستانیوں میں شعور بیدار ہونے لگا، اسی کے ساتھ انگریزوں کی بالادستی، ان کا ظلم وستم اور ان کے استحصال کا شکار چمپارن کے کسانوں میں بھی شعور بیدار ہونے لگا، انگریز انڈگو پلانٹرس (Anglo Indigo Planters) کا مقابلہ کرنے کی ہمت کسانوں میں بتدریج پروان چڑھنے لگی، انگریزوں کے ظلم واستحصال کے خلاف بعض مقامات پر کسانوں کے احتجاجات سر اُٹھانے لگے، ان احتجاجات اور مخالفتوں کو انگریز مالکان باغات، انگریز حکومت کے عہدیداروں اور انگریز پولیس کی مدد سے سختی سے کچلتے رہنے کے باوجود ملک میں پھیلتی ہوئی تحریک آزادی سے متاثر اور سرشار ہوکر چمپارن علاقے کے بعض جیالے اور کسان قائدین اُبھرنے لگے۔

شیخ گلاب


شیخ گلاب

اسی طرح سرزمین چمپارن سے اُبھر کر آنے والے کسان قائدین میں شیخ گلاب (1857-1920) ایک تھے، یہ صوبہ بہار کے ساٹی (Sati) پولیس اسٹیشن کے حدود میں پڑنے والا گاؤں ''چاند ترو ا'' کے رہنے والے تھے، ان کے والد شیخ رکتو (Shaikh Raktu) ایک صاحب حیثیت زمیندار تھے، شیخ گلاب بچپن میں زیادہ تعلیم حاصل نہ کرسکے، لیکن اس کے باوجود وہ ایک ذہین، صاحب سمجھ اور باحوصلہ شخص تھے، ظلم اور ناانصافی کو برداشت نہ کرنے کی فطرت پائی تھی، آزاد اور خوددار گھرانے کی آب وہوا اور ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے شیخ گلاب بیرونی حکمرانوں اور ان کے کارندوں کے ظلم وجبر اور ان کی برتری کو برداشت نہ کرسکے اور انگریزوں کے خلاف میدان کارزار میں اُتر پڑے۔

چمپارن کے علاقے میں واقع نیل کے باغات اور کارخانوں کے انگریز مالکان کے ذریعہ کسانوں پر ڈھائی جانے والی سختی اور ظلم کو برداشت نہ کرتے ہوئے شیخ گلاب کسانوں کی تائید میں میدانِ کارزار میں آنے کا فیصلہ کیا، سب سے پہلے اپنے گاؤں کے شیخ منور سے مل کر انگریز مالکان کے خلاف کسانوں کو متحد کرنا شروع کیا، ابتدائی مرحلے میں قرب وجوار کے گاؤں سے تعلق رکھنے والے جگن لعل، حافظ دین محمد انصاری (1818-1961) بابو شیتل رائے، ہربنس سہائے، حافظ محمد ثانی (1818-1951) جیسے مجاہدین آگے آئے، اس کے بعد انقلابی خیالات کے حامل، قلم کے دھنی پیر محمد مونس انصاری (1882-1949) شیخ گلاب کے رفقائے کار میں شامل ہوئے، ان کسان قائدین کے گروہ کو علمی استعداد رکھنے والے پیر محمد مونس

کے تعاون کی وجہ سے شیخ گلاب کی قیادت والی کسان تحریک نئی بلندیاں چھونے لگی، اسی سلسلہ میں شیخ گلاب، بابوشیتل رائے، حافظ دین محمد، رادھے مل، پیر محمد مونس کے مکانات کسانوں کے مسائل پر بحث ومباحث، آئندہ کے مراحل کی نشاندہی اور آگے بڑھنے سے متعلق پروگراموں کو ترتیب دینے کے گویا کہ مراکز بن گئے۔

سب سے پہلے انگریز مالکان باغات کے ظلم وجبر کے خلاف آواز اُٹھانے والے شیخ گلاب، چمپارن کے علاقے کے کسانوں سے خود مل کر انگریزوں کے ناجائز ہتھکنڈوں سے واقف کرواتے ہوئے، تین کتیا طریقہ کو خیر باد کہنے، ناجائز محصولوں اور جرمانوں کی ادائی کا انکار کرنے کسانوں کو ترغیب دیتے ہوئے اُنہیں متحد کرنے لگے، اس وقت مختلف گاؤں کے ذہین اور ہوشمند کسان جیسے بابولعل مشرا، گنپتی رائے گنیش رائے، کنہار رائے وغیرہ شیخ گلاب کے ہمنوا بن کر ان کے ساتھ کھڑے ہوئے، اس وقت تک انگریزوں کے مظالم کو چپ چاپ برداشت کرتے آرہے کسانوں کو شیخ گلاب میں موجود ایمانداری بے باکی اور نڈرپن اپنے طرف کھینچنے لگی، قوم ومذہب کی تفریق کے بغیر چمپارن کے کسان شیخ گلاب کی باتوں کو ناقابل انکار احکامات سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ ہو گئے۔

1907 میں شیخ گلاب کے کہنے پر ساٹی (Sathi) کے کسان چمپارن کے علاقے میں پہلی بار ''تین کتیا'' طریقہ کار کا انکار کرتے ہوئے نیل کی کاشت سے دست بردار ہو گئے۔

''تین کتیا'' طریقے کا انکار اور نیل کی کاشت نہ کرنے پر ان کسانوں پر جرمانہ عائد کیا گیا، اس جرمانے کی وصولی کے لیے آنے والے انگریزوں کے گماشتوں اور غنڈوں کا کسانوں نے ڈٹ کر اور متحد طور پر مقابلہ کیا، کئی دہوں سے دب کر چپ چاپ انگریزوں کی اطاعت کرنے والے کسانوں کا اس طرح اٹھ کھڑا ہونا اور مقابلے پر آنا انگریزوں کو ہضم نہ ہوسکا، انہوں نے طیش میں آکر انتقاماً کسانوں کی زمینات کو سیراب کرنے والے پانی کو ناجائز طریقے سے روک دیا، اس نامناسب اور غیر قانونی عمل پر تمام کسان متحد ہو کر شیخ گلاب کی قیادت میں اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے احتجاجی مظاہرے کرنے لگے۔

انگریز حاکموں کے خلاف کسانوں کو متحد کرنے والے شیخ گلاب اب انگریز حاکموں کی نظروں میں کھٹکنے لگے، لیکن اولاً سختی کے بجائے نرمی اور لالچ کا طریقہ اختیار کیا گیا، معاشی فوائد اور ملازمت جیسے لالچ دے کر شیخ گلاب اور ان کے ساتھیوں کو توڑنے کی سازش کی گئی، شیخ گلاب اور ان کے ساتھیوں کو محکمۂ پولیس میں اسپیشل پولیس کانسٹیبل کی ملازمت پر تقرری کے آرڈر نکالے گئے۔

لیکن انگریزوں کے لالچ بھرے اس پیشکش کو شیخ گلاب اور ان کے رفقاء نے قبول نہیں کیا اور ان تقرری کے احکامات کو خاطر میں نہ لایا، حکومت کے احکامات کو خاطر میں نہ لانے اور عمل نہ کرنے کو جرم قرار دیتے

ہوئے کسانوں اوران کے قائدین کو گرفتار کرلیا گیا اور مختلف الزامات عائد کرتے ہوئے عدالتوں کے ذریعہ انہیں سزائیں دلوائی گئیں، لیکن مارچ 1908 میں عدالت عالیہ نے ان تمام مقدمات اور سزاؤں کو رد کردیا۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی کے طور شیخ گلاب نے پہلی مرتبہ کسانوں کے ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ کسانوں کی تکالیف اور انگریز مالکان کے مظالم کو بیان کرتے ہوئے موتی ہار کے مجسٹریٹ کو ایک محضر پیش کیا، اس اقدام سے مشتعل انگریز مالکان باغات، اعلیٰ عہدیداروں کی مدد اور شہہ پر کسانوں پر ٹوٹ پڑے، ان حالات میں انصاف دلانے کے لیے شیخ گلاب نے چمپارن کے کلکٹر کو ایک محضر پیش کیا، کلکٹر نے فوری تحقیقات کا حکم دے دیا، اس حکم کے پیش نظر تحقیقات کے لیے جو انگریز تحقیقاتی عہدیدار مقرر ہوا تھا، اس نے صحیح تحقیقات نہیں کیں، اس وجہ سے شیخ گلاب نے اعلیٰ عہدیداروں کو پھر درخواست دی، اس جرأت کو برداشت نہ کرتے ہوئے انگریز عہدیدار شیخ گلاب کی سرگرمیوں اور کسانوں کی تحریک کو بزور قوت کچلنے کی ٹھان لی۔

اسی سلسلے میں ساٹی علاقے کا انگریز مالک یف،سی،کوفن (F.C.Coffin) نے شیخ گلاب اوران کے ساتھیوں پر ناجائز اور جھوٹے مقدمات دائر کروائے، جس کے نتیجہ میں 1907 ستمبر 12 رکو شیخ گلاب اوران کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا، اس کیس میں شیخ گلاب اوران کے 162 کسانوں کو سزا دلوا کر جیل بھیج دیا گیا، لیکن اس کے بعد اعلیٰ عدالت نے ان سزاؤں کو کالعدم قرار دیا۔

ان تکالیف اور سزاؤں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بڑی بے باکی سے آگے بڑھ رہے شیخ گلاب کی قربانیوں کو دیکھ کر اطراف واکناف کے کسان بڑی تعداد میں شیخ گلاب کی قیادت کو قبول کرتے ہوئے ان کے ساتھ آنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ ان کسانوں میں اتنی جرأت بھی پیدا ہوئی کہ وہ انگریز مالکان کے اقتدار اور احکامات کی خلاف ورزی کرنے لگے، لالچ اور معاشی فوائد کو خاطر میں نہ لانے والے شیخ گلاب کو معاشی طور پر کاری ضرب لگانے کے لیے انگریز مالک باغات یف۔سی۔کوفن (F.C. Coffin) مختلف قسم کی سازشیں کرنے لگا، جس کی وجہ سے شیخ گلاب کا خاندان معاشی نقصانات کے علاوہ جسمانی حملوں کا بھی شکار ہوا، زمین اور دوسرے اثاثہ جات سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔

ان حالات کے پیش نظر شیخ گلاب اوران کے ساتھیوں نے بیتیہہ (Bethiah) کے رہنے والے رادھے مل کے گھر جمع ہوکر صلاح ومشورہ کے بعد کسانوں کی تحریک کو اور تیز کرنے کا فیصلہ لیا، 1908 کے دشہرہ کے موقع پر بھاری تعداد میں جمع ہونے والے کسانوں کے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے شیخ گلاب، شیتل رائے، راج کمار شکلا نے نیل کی کاشت کا بائکاٹ کرنے، اس سے دست بردار ہونے کا مشورہ دیا، اس مشورہ کو حکم

جانتے ہوئے تمام کسانوں نے نیل کی کاشت روک دی، اس عمل سے ناراض ہوکر ظلم وتشدد کا ارتکاب کرنے والے پرسو(Parasu) کارخانے کا انگریز منیجر اوراس کے نوکر پر کسانوں نے حملہ کردیا، اس عمل سے شہہ پاکر دوسرے علاقوں کے کسانوں نے بھی انگریزوں کے حملوں کا ڈٹ کر مقالبہ کرنے لگے۔

ان واقعات سے مشتعل ہوکر انگریز مالکان اور عہدیدار کسان قائدین پر سختیاں شروع کردیں، کسان قائدین اور کسان تحریک میں سرگرمی سے حصہ لے رہے کسانوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی، کسانوں کی تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے دیہاتوں میں امن وامان میں خلل پڑنے، انارکی کے پھیلنے کا بہانہ بناتے ہوئے پولیس اور فوجی چوکیاں قائم کی گئیں، ان چوکیوں کی دیکھ بھال پر آنے والے خرچ کی پابجائی کے لیے متعلقہ گاؤں کے کسانوں سے زبردستی رقومات وصول کی جانے لگیں، اس کے باوجود کسانوں کی تحریک رُک نہ سکی، انگریز حکومت کے ذریعہ دیہاتوں کو بھیجی گئیں، پولیس اور فوج کی ٹکڑیاں کسانوں پر ظلم وستم ڈھانے لگیں اور لوٹ پاٹ میں بھی ملوث ہونے لگیں۔

انگریزوں کی یہ تمام معاندانہ کاروائیاں شیخ گلاب کی انقلابی سرگرمیوں کو روک نہ سکیں، یہاں تک کہ شیخ گلاب کے گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، انگریز پولیس اوران کے سراغ رسانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے شیخ گلاب خفیہ طور پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، دیہاتی لوگ اور کسان خاندانوں نے اپنے عزیز ترین قائد شیخ گلاب کی دل وجان سے حفاظت کرنے لگے۔

شیخ گلاب کو گرفتار کرنے میں ناکام انگریز حکومت نے مجبور ہوکر شیخ گلاب کو پکڑوانے یاان کا پتہ بتانے والوں کو پانچ سو روپئے نذرانہ، ضبط کی ہوئی زمین اور کانسٹیبل کی نوکری بطور انعان دینے کا اعلان کیا، ان کا اتہ پتہ بتانے کے لیے انگریز فوج اور پولیس نے گاؤں والوں اور کسانوں پر سختیاں کرنے لگیں، ان پر ظلم وستم ڈھایا جانے لگا، ان حالات کے پیش نظر شیخ گلاب خفیہ طور پر بیل گاڑی میں بیٹھ کر بیتیہہ(Bethia) تھانے میں راست طور پر حاضر ہوکر اپنے آپ کو پولیس عہدیدار کے حوالے کردیا۔

شیخ گلاب کے رفقاء پر طرح طرح کے الزامات عائد کرکے، مقدمات قائم کرکے کئی لوگوں کو پولیس نے حراست میں لے لیا، بڑی تعداد میں کسانوں کو بھی گرفتار کیا گیا، گرفتار شدہ کسانوں کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے انگریز حکومت نے تحقیقات کے لیے خصوصی انتظامات کئے، آخر کار کسان اور کسان قائدین تقریباً دوسو آدمی سزا کے مستحق قرار پائے، عدالت نے شیخ گلاب کو دوسال قید اور ایک ہزار روپیئے جرمانے کی سزا سنائی۔

ان حالات کے پیش نظر چمپارن کے بیتیہہ (Bethia) ساٹی وغیرہ علاقوں کے کسانوں کے مسائل پر تحقیقات کرنے کے لئے انگریز حکومت نے ڈبلیو۔آر۔گورلے (W.R. Gourlay) کمیٹی بٹھائی۔ 1909 اپریل کو گورلے نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ حکومت کو سونپ دی، اس رپورٹ کی وصولیابی کے بعد حکومت نے سزا پارہے کسانوں کو چند شرائط کے ساتھ جیل سے رہا کر دیا،لیکن کسان قائد شیخ گلاب دوسال کی پوری سزا بھگتنے کے بعد ہی جیل سے رہا ہو سکے،جیل میں پولیس ان کے ساتھ انتہائی سخت اور بے رحمانہ رویہ سے پیش آئی،جس کی وجہ سے وہ ناسازی صحت کا شکار ہو گئے،شیخ گلاب کی نظر کمزور ہو گئی۔

جیل کی چاردیواری سے رہائی پانے کے بعد جہاں تک صحت نے اجازت دی،شیخ گلاب نے کسانوں کی تحریک کا آغاز کیا،اسی سلسلے میں مہاتما گاندھی کو چمپارن بلانے کے تعلق سے شیخ گلاب،راج کمار شکلا اور پیر محمد مونس نے منصوبہ بنا کر تبادلہ خیال شروع کیا،اس منصوبہ اور پروگرام کے مطابق گاندھی جی کو چمپارن بلوانے میں شیخ گلاب نے بہت اہم کردار ادا کیا، چمپارن آنے کے لیے گاندھی جی نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سفر کی تفصیلات روانہ کیں،ان تفصیلات کی روشنی میں شیخ گلاب اوران کے ساتھیوں نے قرب وجوار کے علاقوں میں اتنا پرچار کیا اور اتنے لوگوں کو آگاہ کیا کہ 1917 اپریل 15 رکو جب مہاتما گاندھی موتی ہار پہنچے تو غیر متوقع طور پر اندازے سے بہت زیادہ کسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان کے استقبال کے لیے امڈ پڑی۔

نیل کے مالکان باغات کے ظلم ستم کے خلاف کسانوں کو متحد کر کے ان انگریز مالکان کے خلاف تحریکیں چلا کر شیخ گلاب اوران کے ساتھیوں نے کسانوں میں جو بے خوفی اور جرأت پیدا کی تھی،اس کے سبب مہاتما گاندھی کی تحقیقات میں کسان بہت بڑی تعداد میں حاضر ہو کر درخواستیں پیش کرنے لگے،جب تک گاندھی جی چمپارن میں رہے،شیخ گلاب ان کے ساتھ سایہ کی طرح رہتے ہوئے نہ صرف یہ کہ کسانوں کے مسائل سے متعلق پروگراموں میں حصہ لیا، بلکہ ہندو مسلم اتحاد اور اسی طرح کے دوسرے سماجی پروگراموں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے، چمپارن کے کسانوں کے مسائل کو حل کرانے،انگریزوں کے ظلم وستم کو آشکارا کرتے ہوئے،گاندھی جی کی قیادت میں چلنے والی نیل ستیہ گرہ میں حصہ لیکر،نیل کے مالکان باغات اور نیل کے کارخانہ جات کے انگریز مالکان کے ظلم و ناانصافی کو قانونی طور پر ختم کروانے کے بعد کسان تحریک کا یہ بے مثال قائد 1920 میں اس دارِفانی سے کوچ کر گیا۔

پیر محمد مونس



پیر محمد مونس

1905 میں چمپارن کی کسان احتجاجی تحریک کو شرع کرنے والے شیخ گلاب کو اپنی بھرپور علمی، قلمی مدد دے کر اس تحریک کو پروان چڑھانے والے صحافتی مجاہد پیر محمد مونس (1882-1949) بتیہہ (Bethiah) گاؤں میں 1882 کو پیدا ہوئے ، ان کے والد کا نام فتنگن میاں (Fatingan Milyah) تھا۔انگریز حکومت ہی کے نہیں بلکہ نیل کے باغات کے انگریز مالکان اور کار خانہ داروں کے ظلم ، نا انصافی اور اقتدار کے بھی پیر محمد مونس شروع ہی سے مخالف تھے، ان مخالفانہ جذبات کے اظہار کے لئے انہوں نے قلم کو اپنا ہتھیار بنایا، گرو ٹریننگ اسکول (Guru Training School) میں بحیثیت استاد کام کرتے ہوئے ہندی اخباروں میں خطوط اور مضامین لکھنا شروع کیا، اسی سلسلے میں مددگار، دوست اور کامریڈ کے مماثل معنی دینے والا لفظ ''مونس'' کو اپنا قلمی نام بنا کر اسے اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر پیر محمد انصاری کی جگہ پیر محمد مونس کے طور پر مشہور ہوئے۔

معروف انقلابی، مشہور صحافی، گنیش شنکر ودیارتھی (1890-1931) نے کانپور کو مرکز بنا کر 1913 سے ''پراتاب'' نامی ہفتہ وار کا آغاز کیا، اسی ہفتہ وار اخبار کے لیے پیر محمد مونس چمپارن علاقے کے صحافی کے طور پر خدمات انجام دینے لگے۔یہی ہفتہ وار کچھ دنوں بعد روزنامہ میں تبدیل ہوگیا، چمپارن کے عوام خصوصاً کسانوں کے مسائل، انگریز حکام اور نیل کے باغات و کارخانہ جات کے مالکان کے ذریعہ کسانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم، کسانوں کا استحصال وغیرہ پر وقتاً فوقتاً خبروں اور مضامین کی شکل میں اخبار کو بھیجتے رہے، نہ صرف ''پراتاپ'' اخبار میں بلکہ ہندی کے دوسرے اخباروں میں بھی چمپارن علاقے کے کسانوں کے مسائل، عوامی مشکلات کو بیان کرتے ہوئے خصوصاً کسانوں کے مسائل کو دنیا کی نظروں میں لاتے رہے۔

اس وجہ سے پیر محمد مونس ایک طرف نیل کے مالکان باغات اور کارخانہ جات اور دوسری طرف انگریز حکام کی برہمی کا کئی مرتبہ شکار ہوئے۔انگریز حکومت کے ریکارڈوں میں انہیں بدمعاش پیر کار ڈینجرس (Dangerous) نوٹوریس (Notorious) ہڈلم جرنلسٹ (Hoodlum Journalist) بٹر میان (Bitter man) جیسے نام دے کر ان کے تئیں اپنی نفرت کا اظہار کیا گیا، مونس کے تحریروں کو ڈوٹفل لٹریچر (Doubtful Litrature) کہہ کر تشہیر کی گئی، انگریز اور انگریزی حکومت کے ریکارڈ چاہے کچھ ہی نام کیوں نہ دیں، پیر محمد مونس نے اپنی روش جاری رکھتے ہوئے گنیش شنکر ودیارتھی کی رہنمائی میں کسانوں کی

تحریکی سرگرمیوں کو منظم ومربوط کرتے ہوئے بڑی بے خوفی سے چمپارن کے کسانوں کا سہارا بن کر کھڑے رہے، انگریزوں کے استحصال، انگریز حکومت کی نااہلی کو اور چمپارن کے کسانوں کے مسائل کو خبروں، تبصروں اور مضامین کے ذریعہ مقامی سطح سے اُٹھا کر قومی سطح پر لانے میں کامیاب رہے۔

1905 سے شیخ گلاب کے ذریعہ شروع کی گئی کسان مزاحمتی تحریک کا پیر مونس نے شروع ہی سے نہ صرف یہ کہ ساتھ دینے کا اعلان کیا، بلکہ مزاحمتی تحریک کے پروگراموں کی رہنمائی بھی کی، ان کا گھر کسان قائدین کے اجلاس اور افہام وتفہیم کے لیے خفیہ مرکز بن گیا، چمپارن کے کسانوں کی جدوجہد کو بیان کرتے ہوئے ''نیل وبھرات آندولن'' (Neel Vibhrath Andolan) کے نام سے ''نیل مزاحمتی تحریک'' (Indigo Resistance Movement) کے عنوان سے ''ہندی کیسری'' اخبار میں ان کا لکھا ہوا مضمون انگریز حکام کو پریشان کر دیا، کسانوں کی اس مزاحمتی تحریک کی تفصیلات پیر محمد مونس کے ذریعہ مضامین اور خبروں کی شکل میں بروقت اور مفصل انداز میں ''پرتاپ'' اور دوسرے اخبارات میں آنا شروع ہوئیں تو ان واقعات پر ایک طرف تو قومی کانگریس قائدین متوجہ ہونے لگے تو دوسری طرف انگریز حکومت کے علم میں بھی یہ باتیں آنے لگیں، نیل کی مزاحمتی تحریک کے قائد شیخ گلاب اور ان کے ساتھیوں پر حکومت کا قہر نازل ہونے کے بعد تحریک کی شدت میں کچھ کمی آنے کے باوجود، چمپارن کے کسانوں کے حق میں جدوجہد کو پیر مونس نے بند نہیں کیا۔ اخبار ''پرتاب'' میں ''پراردھنا'' (Prardhna) (06-09-1916) چمپارن میں اتیاچار (Champaran May Atyachar) (17-02-1916) ''چمپارن میں اندھیرا'' (Champaran Mein Andhera) (13-03-1916) ''بہار سرکار کا ایک انوچت کاریہ'' (Bihar Sarkar Ka Ek Anuchit Karya) (03-04-1916) جیسے مضامین کے ذریعہ انہوں نے کسانوں کی تکالیف کو بیان کیا۔

آخر کار شیخ گلاب کی تجویز پر چمپارن کے کسانوں کی حالت زار کو گاندھی جی کے علم میں لانے پیر محمد مونس اور راج کمار شکلا نے فیصلہ کرلیا، اس فیصلے کی مطابقت میں گاندھی جی کو ایک خط لکھا۔ ''آپ پر اور آپ کے ستیہ گراہی بہن بھائیوں پر آفریقہ میں جو مظالم ڈھائے گئے، ہم پر ڈھائے جا رہے مظالم اور غمگین کہانیاں ہرگز اس سے کم نہیں'' اس طرح کے مضامین، کیفیات اور اپنے دکھڑے بیان کرتے ہوئے 1917 فروری سے مارچ تک پیر محمد مونس نے گاندھی جی کو تین خطوط لکھے۔ 1916 میں لکھنو میں منعقد ہونے والی انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاسوں میں راجکمار شکلا اور پیر محمد مونس خود حاضر ہو کر گاندھی جی سے ملاقات کی۔ ''راجکمار شکلا علم سے نابلد ایک کسان (آتما کتھا، گاندھی جی، (تلگو) صفحہ 354) (Autobiography of Gandhiji) ہونے کی وجہ سے پیر محمد مونس کی لکھی ہوئی درخواست کو شکلا نے گاندھی جی کے حوالے کیا، ان کی تحریر سے بے

حد متاثر گاندھی جی خود ہی اپریل کی 23 تاریخ کو موتی ہار آئے اور پیر محمد مونس کے گھر جا کران کی والدہ سے ملاقات کی اس واقعہ کو اخبار ''پراتاب'' نے (03-04-1917) کے اپنے شمارے میں شائع کیا۔

ان کوششوں کے نتیجہ میں گاندھی جی چمپارن آنے راضی ہو گئے، گاندھی جی کے چمپارن آمد کی اطلاع کو بھی میر مونس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے عوام میں عام کر دیا۔ اخبار ''پراتاب'' میں ''پراردھنا'' کے عنوان سے لکھے گئے ایک مضمون میں گاندھی جی کے چمپارن آنے کی بات کو مشتہر کیا گیا، اس عنوان سے شائع کردہ ایک پمفلٹ کو تقسیم کرتا ہوا ایک سادھو کے پکڑے جانے پر انگریز حکام گھبرا گئے، مہاتما گاندھی کے چمپارن میں آنے سے لے کر وہ چمپارن سے رخصت ہونے تک پیر محمد مونس گاندھی جی ساتھ سائے کی طرح لگے رہے۔ چمپارن میں گاندھی جی کو مکمل اور بھرپور طریقہ پر تعاون کرنے والوں کی انگریز پولیس نے ایک فہرست تیار کی تو اس میں میر محمد مونس اہم شخصیت کے طور پر نظر آئے۔

جب تک مہاتما گاندھی چمپارن کے کسان تحریک کے لیے ستیہ گرہا کرتے رہے، پیر محمد مونس انگریز حکام کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اخبار ''پرتاب کے ذریعہ تحریک کی تفصیلات سے دنیا کو آگاہ کرتے رہے۔ انہوں نے ''چمپارن کی دُردشہ'' (Champaran Ki Durdarsha 16-04-1917) چمپارن میں کرم ویر گاندھی جی کا آگمن'' Champaran mein Karamveer Ghandiji Ka Agaman (30-04-1917)

''چمپارن میں مہاتما گاندھی'' Champaran mein Mahatama Gandhi- (7,8,2 May, 1917

''چمپارن میں تین کتیا پرادھا'' (21,May,4,11,18-June 1917-Chamaran main Tin Kathiya Pratha

جیسے عنوانات سے مضامین لکھے ''چمپارن کا اُدّھار''-Chmaparan Ka Uddhar نامی کتاب کو بھی انہوں نے اخبار ''پراتاپ'' کے ذریعہ شائع کروایا، اس وجہ سے وہ انگریزوں کے قہر کا شکار بن گئے، انگریز مالکان باغات نے اُنہیں نوکری سے برخواست کروایا، ان کے اثاثہ جات کو ضبط کروایا، یہاں تک کہ جھوٹے اور فرضی الزامات عائد کر کے ان پر فوجداری مقدمات درج کروائے، جس کے نتیجہ میں انہیں چھ ماہ کی قید کی سزا ہوئی، اپیل کرنے پر سزا میں تین ماہ کی تخفیف ہوئی، جیل میں اُنہیں جن دگر گوں حالات کا سامنا کرنا پڑا، ان تفصیلات کو اخبار ''پراتاپ'' نے 1918 ستمبر 30، کو اپنے شمارے میں ''سنسنی پھیلانے والا مقدمہ Sansani Phailane wala Mukhaddama کے عنوان سے اداریہ شائع کیا۔

بھارت کی تحریک آزادی کو ''ستیہ گرہا'' تحریک کی شکل دینے میں چمپارن کی یہی ''ستہ گرہا تحریک'' ممدو معاون ثابت ہوئی۔ ایسا لگتا ہے کہ گاندھی جی نے اس تحریک کو یہیں ایک شکل وصفات متعین کی تھی۔ مہاتما گاندھی

کی چمپارن آمد کے پیچھے جن لوگوں کا ہاتھ ہے، اس کی تفصیلات برٹش سرکار کے پولیس ریکارڈ میں اس طرح درج ہوئی ہیں:

"Pir Muhammad is actually a dangerous and hoodlum journalist who through his questionable literature, brought in to light of the sufferings of a backward place like Champaran in Bihar and influenced Mr. Gandhi to visit Champaran."

گاندھی جی کے چمپارن سے جانے کے بعد بھی آرام سے نا آشنا ایک مجاہد کی طرح پیر محمد مونس نے مظلوموں کی حمایت میں لڑائی جاری رکھی، اخبار ''پراتاپ'' میں ''چمپارن میں پھر اتیاچار''

(04-08-1918)- Champaran mein phir Athyachar" چمپارن میں پھر نادر شاہی'' (30-08-1920)- Champaran mein phir Nadir Shahi جیسے مضامین لکھ کر انگریز مالکان باغات اور انگریز حکام کی نیندیں حرام کر دیں۔ پراتاپ، بالک، جن شکتی جیسے اخبارات میں'' دکھی آتما۔ایک دکھی آتما، دکھی ہر ودئے، سانو بھوتی ہر ودئے: جیسے عنوانات سے مضامین لکھ کر کسانوں کی حالت زار کو انڈین نیشنل کانگریس کے قائدین کے علم میں لائیں۔

مظلوم کسانوں کی تائید کرتے ہوئے پیر محمد مونس کسانوں کو متحد کر کے 1918 میں خود ایک'' کسان سبھا(Rayati Sabha) کا نظم کیا، اسی کسان سبھا(Raiyati Sabha) کے زیر انتظام چمپارن کے گنے کے کسانوں کے مسائل کے حل کے لیے جدو جہد شروع کی، نیل کی فصل کی جگہ پر قابض ہونے والے گنے کی فصل کے بارے میں بھی انگریز حکام کی بیجا مداخلت کو برداشت نہ کرتے ہوئے پیر محمد مونس نے گنے کے کسانوں کی تحریکات کی رہنمائی کی۔ چمپارن کی تاریخ سے متعلق 'بھارت کی تحریک آزادی سے متعلق، ہندو مسلم اتحاد کی وکالت کرتے ہوئے ہندی، اُردو زبانوں کی ترقی کی تمنا کرتے ہوئے انہوں نے بہت سارے مضامین اور مواد لکھ کر اکھٹا کر لئے تھے، لیکن بد قسمتی سے وہ شائع نہ ہو سکے، انہوں نے چمپارن کی تاریخ کو بھی مرتب کر لیا تھا۔ ان کے غیر مطبوعہ مضامین' تحریریں، خطوط اور دوسرے اہم کاغذات 1934 میں پیش آئے زلزلہ میں ناپید ہو گئے۔

پیر محمد مونس صرف کسانوں کی حمایت ہی میں نہیں بلکہ عوام کے حق و اختیارات کی حفاظت کے لیے بھی جدو جہد کرتے رہے، ہریجن صفائی کے کارکنان کو متحد کرتے ہوئے ان کے منصفانہ حقوق کے لیے لڑتے رہے۔ ''بہار ہندی ساہتیہ سمّیلن'' کے بانی رکن کی حیثیت سے ''ہندوستانی'' کی ترقی اور اشاعت کے لیے کام

کرتے رہے، مادرِ وطن کی آزادی کے لئے ہندو مسلم اتحاد کو ضروری سمجھ کر انہوں نے اس رُخ پر بھی بہت کام کیا، وہ ہمیشہ یہ تلقین کرتے رہے کہ ملک کی بھلائی کے لیے بھارت کے مختلف سماجی اور عوامی اکائیوں میں ''کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت'' لازمی ہے۔

انگریزوں کو قطعی برداشت نہ کرنے والے پیر محمد مونس ملک کی تحریک آزادی میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا، 1921 میں قائم ہونے والے آل انڈیا نیشنل کانگریس کی چمپارن ضلعی شاخ کے قیام میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا، چمپارن ضلع پرشد میں عوامی نمائندے کے طور پر منتخب ہوئے۔ بیتیہ (Bethiyah) لوکل بورڈ کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے ہوئے 1937 میں گاندھی جی کی اپیل پر شخصی طور پر ستیہ گرہ میں حصہ لینے کے لیے عہدۂ صدارت سے استعفاء دیا۔ نمک ستیہ گرہ میں حصہ لینے کی پاداش میں انگریز حکومت نے انہیں تین ماہ تک پٹنہ کیمپ کے جیل میں قید رکھا، انگریز حکومت، نیل کے باغات اور کارخانہ جات کے مالکان اور حکام نے کتنی ہی سازشیں کیں، کتنی ہی سختیاں کیں، لیکن اس مردِ مجاہد نے ہمت نہ ہارتے ہوئے ایک طرف مادرِ وطن کی آزادی کے لیے تو دوسری طرف عوام خصوصاً مظلوم کسان طبقات کی فلاح و بہبود کے لیے انتھک جدوجہد کرنے والے قلم کے مجاہد پیر محمد مونس 1949 ڈسمبر 24 کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

چمپارن میں "کرم ویر"

چمپارن کے عوام کے ذریعہ ''کرم ویر'' کہہ کر پکارے جانے والے مہاتما گاندھی پہلے پٹنہ پہنچ گئے، راج کمار شکلا نے انہیں پٹنہ کے وکیل بابو راجندر پرساد کے گھر لے گئے، اس وقت راجندر پرساد پٹنہ میں نہیں تھے، راجندر پرساد کے گھر کے نوکروں نے ذات پات کے بھید بھاؤ کے چلتے گاندھی جی کو صحن تک ہی محدود رکھا اور گھر کے اندر داخل ہونے نہیں دیا، اس گھر میں موجود بیت الخلاء میں تک آنے کی اجازت نہ دی۔ یہاں تک کے صحن میں موجود کنویں سے گاندھی جی کے پانی لینے پر بھی انہوں نے اعتراض جتایا۔ ان تمام واقعات کو گاندھی جی نے اپنی ''آتما کتھا'' (Autobiography) میں نہ صرف یہ کہ ذکر کیا، بلکہ اپنے بیٹے مگن لعل کو خط لکھتے ہوئے کہا کہ ''انہوں نے ہمیں بھکاریوں کی طرح دیکھا''۔ اس وقت گاندھی جی کو اپنے لندن کے (تعلیمی دور کے) ساتھی مولانا مظہر الحق (1866-1930) یاد آئے جو کہ پٹنہ کے متوطن تھے، اپنی ان پریشانیوں اور دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے گاندھی جی نے مولانا مظہر الحق کو اطلاع کروائی۔ اطلاع ملتے ہیں فوراً بغیر کسی تاخیر کے مولانا مظہر الحق گاندھی جی کے پاس آئے اور گاندھی جی کے مظفر پور جانے کے تمام انتظامات کروائے۔

گاندھی جی راج کمار شکلا کے ساتھ ملکر پٹنہ سے مظفر پور اور پھر ادھر سے چمپارن پہنچ گئے، اپنی ''آتما کتھا'' میں گاندھی جی نے ''چمپارن کا داغ'' (The Stain of Indigo) عنوان سے اور دوسرے کئی عنوانوں کے ساتھ چمپارن کے ستیہ گرہ تحریک سے متعلق تفصیلات کا ذکر کیا۔ موتی ہار میں کسانوں نے بڑی بھاری تعداد میں گاندھی جی کا استقبال کیا، گاندھی جی موتی ہار پہنچتے ہی اپنی تحقیقاتی پروگرام کا آغاز کیا، گاندھی جی کی آمد سے قبل ہی شیخ گلاب کی قیادت میں چمپارن کے کسان متحدر ہنے کی وجہ سے اور پیر محمد مونس جیسے صحافیوں کی گاندھی جی کی آمد سے متعلق پہلے ہی تشہیر کرنے کی وجہ سے بھی کسان نہ صرف یہ کہ بہت بڑی تعداد میں جمع ہوئے، بلکہ بغیر کسی ڈر وخوف یا جھجھک کے اپنی پریشانیوں، نقصانات اور انگریز مالکان باغات کے ظلم وستم کی داستانیں سنانے کے لیے گروہ در گروہ گاندھی جی کے پاس حاضر ہونے لگے۔ (سوانح حیات) ان حالات کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے گاندھی جی نے اپنی ''آتما کتھا'' (Autobiography) میں اس طرح لکھا:

''ہمارا کام بہت بڑھ گیا ہے، کسان گروہ در گروہ ہمارے پاس آ کر اپنی داستانیں لکھوا رہے ہیں، لکھنے والوں کے پاس عوام کی بھیڑ لگ رہی ہے، تمام گھر عوام سے بھر گیا ہے''۔ مہاتما گاندھی کے ساتھ بابو راجندر پراساد، مولانا مظہر الحق، وجر کشور بابو وغیرہ جیسے نمایاں اور اہم وکلاء کھڑے رہنے کی وجہ سے بھی چمپارن کے کسانوں میں جوش وخروش اُمڈ پڑا۔ انگریز مالکان باغات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کسان انگریزوں کی نازیبا حرکات کی داستانیں سنانے لگے، ان ناموافق حالات کو دیکھتے ہوئے انگریز حکومت، حکام اور انگریز مالکان باغات قانونی طور پر گاندھی جی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی، لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

گاندھی جی کو کنٹرول کرنے یا ان کے کام میں مزاحمت پیدا کرنے کے سلسلے میں اگر گاندھی جی کو ارسٹ کر لیا گیا تو ان کے قائم مقام کی حیثیت سے ان کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے مولانا مظہر الحق، بابو راجندر پراساد کا انتخاب بھی کر لیا گیا تھا۔ گاندھی جی کے ساتھ چلنے والے بے حساب کسان اور وکلاء کی پوری ایک جماعت کو دیکھتے ہوئے انگریز حکومت کچھ نہ کر سکی اور دیکھتے ہی رہ گئی۔ ان حالات سے انگریز مالکان باغات غصہ سے بھپر گئے، اس بات کا ذکر کرتے ہوئے گاندھی جی نے اپنی آتما کتھا میں یوں لکھا:

''میں جانتا ہوں کہ چمپارن میں موجود انگریز مالکان باغات کافی غصہ میں ہیں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ حکام بھی اندر سے خوش نہیں ہیں اگر اُنہیں غصہ آ گیا تو وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، لیکن بیچارے ان غریب کسانوں کا جینا حرام کر دیں گے، اس لیے میں جو تحقیقات کرنا چاہتا ہوں وہ صحیح طور پر انجام نہیں پا سکتے۔ یہ میں مانتا ہوں، ان گورے آقاؤں نے ابھی سے زہریلا پروپگنڈہ شروع کر دیا ہے، وہ میرے اور میرے رفقاء کے خلاف جھوٹے اعلانات اخبارات میں شائع کروانا شروع کر دیا ہے۔'' (آتما کتھا، مہاتما گاندھی (تلگو) صفحہ 362)

نیل کے کارخانے کا ایک مینیجر بٹیہ راج نے گاندھی جی کے تعلق سے کہا کہ ''گاندھی جی ہوسکتا ہے کہ ایماندر ہوں، لیکن جنوبی آفریقہ میں ملنے والی کامیابیوں سے وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں، گاندھی جی کو بڑی آسانی سے شہید اعظم بنا سکتے ہیں، لیکن ان کو دبانا مشکل ہے'' ان الفاظ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انگریزوں کا غصہ کس سطح پر پہنچ گیا تھا، ایسی باتوں سے شہہ پا کر ایک انگریز مالک باغات اروِن (Erwin) میدان میں اُتر گیا۔ 1917 میں اروِن نے گاندھی جی کو ختم کرنے کی کوشش کی، انگریز اروِن سے گاندھی جی کی خط وکتابت ہوئی تھی، جس میں تلخ مباحث، الزامات اور جوابی الزامات کا سلسلہ چلا تھا، چمپارن میں لڑکے اورلڑکیوں کی تعلیم کے لیے گاندھی جی نے اسکولوں کا آغاز کیا تھا، یہ اسکول بانس اور گھاس پوس سے تیار کئے گئے تھے، ایک رات ان اسکولوں کو آگ لگوادی گئی، ان انتقامی کاروائیوں کے درمیان اروِن نے گاندھی جی کو زہر دے کر ختم کرنے کا پلان بنایا تھا، لیکن اس زہر کے منصوبے کو بطخ میاں انصاری کے ذریعہ ناکام بنادینے سے ''بابائے قوم'' زندہ بچ نکلے اور چمپارن کے ستیہ گرہ کو کامیابی سے تکمیل تک پہنچا سکے۔

گاندھی جی کی قیادت میں چلائی گئی چمپارن ستیہ گرہ تحریک آخر کار کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ 1917 جون 5/کو رانچی میں بہار اور اُڑیسہ کے گورنر سر ایڈورڈ گیٹ (Sir Edward Gait) اور گاندھی جی کے بیچ ہونے والے مباحث کے نتیجے میں سرفرانک سلے (Sir Frank Sly) کی قیادت میں انگریز حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیٹی کا تقرر کیا، اس تحقیقاتی کمیٹی کے ارکان میں گاندھی جی بھی ایک رُکن تھے، چمپارن کے کسانوں سے جمع کردہ ثبوت وشواہد پر مشتمل درخواستیں' آٹھ ہزار صفحات سے اوپر کا مواد گاندھی جی نے کمیٹی کو پیش کیا، اس تحقیقاتی کمیٹی نے کسانوں کے تمام الزامات کو درست تسلیم کرتے ہوئے 1917/29 نومبر کو اپنی رپورٹ پیش کردی، انگریزوں کے ذریعہ وصول کردہ رقومات میں سے کچھ حصہ کسانوں کو لوٹانے اور تین کتیا رواج کو ختم کرنے کی سفارش کرتے ہوئے کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کردی۔ (آتما کتھا۔ مہاتما گاندھی (تلگو) صفحہ۔369) (Autobiography of Mahatma Gandhi) ان سفارشات کے پائے تکمیل کو پہنچنے کے بعد گاندھی جی نے چمپارن کے اپنے رفقاء سے رخصت ہوگئے۔

ان سفارشات کو بھی سبوتاژ کرنے کے لیے انگریز مالکان باغات اور حکام نے بہت کوششیں کیں، لیکن ناکام رہے، آخرکار Champaran Agrarian Act of 1918 نافذ ہوگیا، اس قانون کے نفاذ کے ساتھ ہی 100 سال سے عمل میں رہنے والا ''تین کتیا'' کا طریقہ رد ہوگیا اور گورے صاحبوں کا راج بھی ختم ہوگیا۔ (آتما کتھا، مہاتما گاندھی، تلگو، صفحہ 369)

بطخ میاں انصاری کی ہمت اور دلیری کی وجہ سے انگریزوں کی سازش ناکام ہوکر گاندھی جی بخیر و عافیت باہر نکل آئے اور مادر وطن کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے والے تحریک آزادی کے جیالوں میں سر فہرست بن کر اُبھرے۔

❁❁❁

یہ 1950 کی بات ہے-

صوبہ بہار مشرقی چمپارن علاقے کے موتی ہار ضلع مستقر کا موتی ہار ریوے اسٹیشن ہے۔ بھارت کے پہلے صدر جمہوریہ، بہار کے لاڈلے بیٹے ڈاکٹر راجندر پراساد کی آمد کے سلسلے میں منعقد کیا گیا، یہاں تک پروگرام چل رہا تھا، ڈاکٹر راجندر پراساد اسٹیج سے تقریر کررہے تھے، اس وقت جلسہ کے ایک کونے سے ہلکی سی شورش سنائی دینے لگی، راجندر بابو سے ملنے کے لیے خود کو روک رہی پولیس سے ایک بوڑھا منت وساجت کررہا تھا، لیکن پولیس اُسے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی، اچانک راجندر پراساد کی نظر اُس بوڑھے پر پڑ گئی۔ حیرت! تعجب!! یہ وہی بوڑھا تاھ جس نے 1917 میں گاندھی جی کو زہریلی غذا سے روک کر گاندھی جی کی جان بچانے والے بطخ میاں انصاری تھے، ہاں! کوئی شک نہیں، یہ بطخ میاں انصاری ہی تھے! راجن بابو کی حیرت کی انتہا نہ رہی، خود انہوں نے اسٹیج سے پولیس کو اشارہ کیا کہ اُس آدمی کو ان کے پاس لائیں، جب وہ اسٹیج پر لائے گئے تو راجندر پراساد ان سے بغلگیر ہوکر ملے، پیار سے اُنہیں گلے لگایا اور بڑے احترام سے بطخ میاں انصاری کو اپنے بازو شہہ نشین پر بٹھایا، اس غیر متوقع اور عجیب وغریب منظر کو دیکھ کر جلسہ میں موجود تما لوگ دم بخود رہ گئے، کون ہے یہ شخص! آخر یہ کون ہے؟۔ جلسہ میں موجود لوگوں میں چمہ گوئیاں اور کھسر پھسر شروع ہوگئی۔

جلسہ گاہ میں موجود لوگوں کے تجسس کے جواب کے لیے ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پراساد 1917 میں گذرے ہوئے ان واقعات کو یاد کرنے لگے، اس واقعہ میں گاندھی جی کو زہر دے کر ختم کرنے کی سازش، اس سازش کو ناکام بنا کر گاندھی جی کی جان بچانے والے بطخ میاں انصاری کی ہمت ودلیری اُنہیں یاد آگئی، کیا آپ لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے؟ تو لو سنو---'' عوام کو مخاطب کرتے ہوئے راجندر بابو نے استفسار کیا اور پھر اس کے بعد اس واقعہ کی تمام تفصیلات کو من وعن عوام کو سنایا، ارون نامی انگریز مہاتما گاندھی کو جان سے مارنے کے لیے کس طرح کی سازش کی تھی، اس سازش کو ناکام بنا کر گاندھی جی کی جان بچانے والا یہی عظیم شخص تھا'' راجندر پراساد نے جلسہ عام کو اسٹیج سے تفصیلات سنائیں۔ گاندھی جی کی جان لینے کے لیے رچی گئی سازش، اس سازش کو ناکام بنا کر گاندھی جی کی جان بچانے میں بطخ میاں انصاری کی ہمت اور دلیری کی داستان اس طرح پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے آئی، اس واقعہ کو راجندر بابو نے جلسہ عام میں اگر

بیان نہ کیا ہوتا تو شاید دنیا اس واقعہ کو جان ہی نہ سکتی تھی۔

اس دن انگریز مالک اروِن کے حکم کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں وہ اور ان کا خاندان کس قدر تباہی اور بربادی کا شکار ہوا اور کیسے کیسے مظالم سہے، یہ تمام تفصیلات بطخ میاں انصاری نے راجندر پراساد کو سنائیں، انگریزوں کے قہر وغضب کا شکار بن کر انہیں کس طرح گھر بار چھوڑ کر اپنے بال بچوں سمیت گاؤں سے نکل جانا پڑا۔ یہ سن کر راجندر پراساد سہم گئے بطخ میاں انصاری اور ان کے تین لڑکے شیر محمد انصاری، محمد رشید انصاری اور محمد جمال انصاری کے گھرانوں کی گذر بسر کے لیے 36 بیگھے (50 یا 25 یا 24 ایکر بیگھے جیسی مختلف روایتیں موجود ہیں)۔ زراعتی زمین الاٹ کرنے کے لیے صدر جمہوریہ نے اسی وقت وہاں کے کلکٹر کو حکم جاری کیا۔

1950 میں ڈاکٹر راجندر پراساد اور بطخ میاں انصاری کے غیر متوقع ملاقات کے تعلق سے مختلف روایتیں موجود ہیں، 1950 میں جبکہ گریش مشرا اپنی عمر کے دسویں سال میں تھے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جلسہ میں شریک تھے۔ 2010ء میں Main Stream Weekly میں لکھے گئے اپنے مضمون میں اس دن کے واقعہ کو انہوں نے تفصیل سے بیان کیا، انہوں نے لکھا کہ ’’اس دن صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پراساد نے اروِن کی سازش کو ناکام کرتے ہوئے مہاتما گاندھی کی جان بچانے والے بطخ میاں انصاری کی دلیری کا قصہ خود بیان کیا، بطخ میاں انصاری کے دگرگوں گھریلو حالات سے واقف ہو کر 50 ایکر زمین ان کے خاندان کو الاٹ کرنے کی ہدایات ضلع کے عہدیدار کو بابو راجندر پراساد نے خود دی تھی‘‘ یہ بات پروفیسر گریش مشرا (معاشیات کے استاد، کروری مل کالج، نئی دہلی) نے واضح طور پر بیان کیا۔

ان مختلف روایتوں سے متعلق چمپارن کے کسانوں کی جدو جہد پر وسیع تحقیقات کرنے والے ڈاکٹر محمد سجاد

Dr. Mohammad Sajjad, Professor, Alighar Muslim University, (Alighar), Ajaz Ashraf, Journalist & writer, (Delhi), Afroz Alam Sahil, Writer and Editor, two circle. net, Okhla, New Delhi), Sandeep Bhaskar, Sanchari Pal, Journalist Aravind Das, Journalist, Media Vigil

جیسے مختلف لوگ بطخ میاں انصاری کی دستانِ ہمت و دلیری کو صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پراساد کے جلسہ گاہ سے اعلان کرنے کے واقعہ کو معقول ثبوت وشواہد اور زبانی اطلاعات کی بنیاد پر تصدیق کر رہے ہیں۔

ان روایتوں میں مختلف لوگوں نے الگ الگ آراء کا اظہار کیا ہے، جیسے صدر جمہوریہ موتی ہار کیوں آئے؟ کس ریلوے اسٹیشن کے پاس جلسہ گاہ کو مخاطب کیا؟ کیا صدر جمہوریہ نے سب سے پہلے خود ہی بطخ میاں

انصاری کو دیکھا؟ یا بطخ میاں انصاری صدر جمہوریہ کو دیکھنے کے لیے خود ہی آگے بڑھ کر آئے؟ بطخ میاں انصاری کو صدر جمہوریہ نے 24/25/50 ایکر یا 36 بیگہ زمین (کتنی زمین) الاٹ کرنے کا حکم دیا؟ جیسی باتوں میں مختلف آراء کا اظہار ہونے کے باوجود **''ارون کی زہریلی غذا کی سازش سے بطخ میاں انصاری نے گاندھی جی کو بچایا''** اس نکتہ پر توسب متفق الرائے نظر آتے ہیں۔

صدر جمہوریہ خود ہی جلسہ عام میں ضلعی حکام کو بطخ میاں انصاری کے خاندان کو زرعی زمین الاٹ کرنے کے احکامات صادر کرنے پر اس وقت تک بے انتہاء غریبی میں زندگی بسر کرنے والے انصاری بہت خوش ہوئے اور سمجھا کہ اب ان کے خاندان کے دن پھرنے والے ہیں اور وہ بہت جلد غربت سے نجات پا جائیں گے، لیکن یہ خوشی اور مسرت بہت دن قائم نہ رہ سکی، بھارت کے پہلے صدر جمہوریہ کے احکامات کی عمل آوری کی اُمید کرتے ہوئے وہ سات سال تک مسلسل سرکاری دفاتر کے چکر کاٹتے رہنے کے باوجود کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا، کوئی زمین الاٹ نہ ہوئی، یہاں تک کہ 1957 میں وہ اس دنیا سے چل بسے۔

1957 ڈسمبر 3 رکو صدر کے ایڈیشنل پرایویٹ سیکریٹری ودیاناتھ ورما کے پاس سے صدر جمہوریہ کے احکامات کی تصدیق کرتے ہوئے مراسلہ بھی پہنچا، اس کے بعد 1958 ڈسمبر 3 رتاریخ کو صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پراساد نے بطخ میاں انصاری کے بال بچوں کو دہلی مدعو کیا، انصاری کی قربانی کو یاد کرتے ہوئے، ان کے خاندان کے افراد کے ساتھ صدر جمہوریہ نے فوٹوس بھی کھنچوائے۔ (Hindustani Musalmano Ka Jang-e- Azadi Mein Hissa-Syed Ibrahim Fikri, New Delhi, 1999, page-23) ان تصویروں کو انصاری کے بیٹوں نے بہت عرصہ تک عوام اور حکام کو دکھاتے رہے۔

صدر جمہوریہ کے احکامات کی عمل آوری کے لیے بطخ میاں انصاری کا خاندان 1958 سے لگاتار حکام کے گرد چکر لگاتے رہنے کے بعد انصاری کا خاندان جس سسرا اجگری (Siswa Ajgari) نام کے گاؤں میں رہائش پذیر تھا، اس گاؤں سے تقریباً 100 میل دور ایکوا پرسونی (Ekvaparsavni) نامی گاؤں میں حکومت نے 6 ریکر زمین الاٹ کی، زندگی گذارنے کے لئے دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے انصاری کا خاندان اسی مختصر زمین ہی کو غنیمت جان کر 1960 میں ایکوا پرسونی گاؤں منتقل ہوا، یہ زمین بھی محکمہ جنگلات کے اعتراضات کی وجہ سے 6 رسال کے بعد ہی انصاری کے بیٹوں کے قبضے میں آسکی، لیکن یہ زمین بھی دریائی کٹاؤ (دریا کے بالکل کنارے) ہونے کی وجہ سے زراعت کے لیے مناسب نہ تھی، اس وقت سے بطخ میاں انصاری کے بیٹے صدر جمہوریہ کے احکامات کی مکمل عمل آوری کے لیے ریاستی سرکاری حکام کے پیہم منت وسماجت کے باوجود ان کا دکھڑا سننے والا کوئی نہ تھا۔

بطخ میاں انصاری کو ڈاکٹر راجندر پراساد کے ذریعہ الاٹ کی گئی زمین کا گزٹ نوٹیفیکشن (27-01-1962) بھی شائع ہوا۔اس نوٹیفکشن کی نقل بھی بطخ میاں انصاری کے بیٹے کے پاس محفوظ ہے۔

Hindustani Musamlmano Ka Jang-e- Azadi Mein Hissa-Syed Ibrahim Fikri, New Delhi, 1999, Page-23

خودصدر جمہوریہ کے ذریعہ ضلع کلکٹر کو جاری کئے گئے احکامات، ان احکامات کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے بعد لکھے گئے اعلیٰ عہدیداروں کے خطوط، یہ تمام موجود ہونے کے بعد بھی انصاری کے خاندان کو ملنے والی زمین پوری طرح اُنہیں نصیب ہی نہ ہوسکی۔اس طرح چار دہوں کا زمانہ خاموشی سے گذر گیا۔

صدر جمہوریہ کے احکامات کا حوالہ دیتے ہوئے بطخ میاں انصاری کے خاندان کے ساتھ جو ناانصافی ہورہی ہے، اس پر 1990 میں ریاست بہار کے اقلیتی کمیشن نے حکومت بہار کو توجہ دلائی، اس وقت ایک بار اورصدر جمہوریہ کے احکامات کی عمل آوری اور بطخ میاں انصاری کے خاندان سے متعلق ریاست بہار کے قانون ساز ایوانوں میں بحث ومباحثے ہوئے، ذرائع ابلاغ کی نظر اس مسئلہ پر مرکوز ہوئی، اس سبب سے بطخ میاں انصاری کی قربانی ہمت اور دلیری کی داستان عوامی حلقوں میں آشکارا ہوئی۔اس کے نتیجہ میں انصاری کے اپنے گاؤں میں ان کی مزار تعمیر ہوئی، ضلع دفتر میں بطخ میاں انصاری کے نام سے ایک لائبریری قائم ہوئی۔

اس کے بعد بطخ میاں انصاری کی دستانِ ہمت ودلیری اور ان کے خاندان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو تفصیل سے اجاگر کرتے ہوئے اشرف قادری (1990) سید ابراہیم فکری (1999) اپنی کتابیں جاری کیں، سید ابراہیم فکری کی لکھی ہوئی ''ہندوستانی مسلمانوں کا جنگ آزادی میں حصہ'' کتاب، حکومت ہند کے محکمۂ ترقیٔ انسانی وسائل کے ذریعہ شعبہ تعلیم کی مالی مدد سے شائع ہوئی، اس کتاب میں صدر جمہوریہ کے خطوط حکومت کے نوٹیفکشن (Notifications) سے متعلق تفصیلات درج ہیں، عوام، اہم شخصیات، مصنفین وغیرہ کے بار بار متوجہ کرنے پر بھی حکومت کی سرد مہری دور نہ ہوسکی، بطخ میاں انصاری کے خاندان کو انصاف نہ مل سکا، یہاں تک کہ 2004 میں بہار کے قانون ساز اسمبلی میں بھی بہار کا لاڈلا بیٹا بھارت کے پہلے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پراساد کے احکامات کی ناقدری، ان احکامات پر کئی دھے گذر جانے کے باوجود عدم عمل آوری بطخ میاں انصاری کے خاندان کے ساتھ ہورہی ناانصافی پر گرما گرم بحثیں ہوئی، پھر بھی عملی طور پر انصاف نہ ہوسکا۔عوامی حلقوں میں چند دن اس موضوع پر بحث ومباحث چلتے رہنے کے باوجود آہستہ آہستہ اس موضوع کو عوام بھولتے چلے گئے۔

ایک دہائی گذرنے کے بعد Family of Mahatma's Saviour in dire straits کے عنوان سے 2010 جنوری 22 کو مہاتما گاندھی کی جان بچانے والے بطخ میاں انصاری کے خاندان کی

کسمپری کی حالت کو بیان کرتے ہوئے روزنامہ ''ہندوستان ٹائمس'' (Hindustan Times) نے ایک خبر شائع کی۔ اس خبر پر اس زمانے کی صدر جمہوریہ شریمتی پراتیبھا پاٹل کے دفتر نے توجہ مبذول کی۔ صدر جمہوریہ کے دفتر کے ایک اعلیٰ عہدیدار، آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی (Officer on Special Duty) ارچنا دتہ (Archana Datta) نے اس سلسلے میں مشرقی اور مغربی چمپارن ضلعوں کے کلکٹروں کو خطوط لکھتے ہوئے پہلے صدر جمہوریہ کے احکامات کو فوری روبہ عمل لانے کی ہدایات دیں۔ ان ہدایات کے موصول ہونے کی نہ صرف یہ کہ ان کلکٹروں نے تصدیق کی بلکہ خود وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ تیقن دیا کہ بہت جلد صدر جمہوریہ کے احکامات کی تعمیل کی جائیگی۔ لیکن یہ تعیقنات اور اعلانات آج تک بھی عملی جامہ نہ پہن سکے اور اعلانات تک ہی محدود ہو کر رہ گئے۔

بطخ میاں انصاری کی تیسری پیڑی یعنی ان کے پوتے بھی صدر جمہوریہ کے احکامات، ان احکامات کی تصدیق کرتے ہوئے جاری ہونے والے اعلیٰ حکام کے خطوط کے دفتر لئے آج بھی سرکاری حکام، سرکاری دفاتر اور عوامی نمائندوں کے چوکھٹوں پر حاضری دیتے دیتے اپنے جوتے گھسالئے۔ لیکن آج تک بھی ان کا مسلہ حل نہ ہوسکا۔ پہلے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پراساد کے احکامات پر عمل ہونا آج بھی گاندھی جی کی جان بچانے والے بطخ میاں انصاری کے خاندان کے لئے تعبیر نظر نہ آنے والا ایک خواب بن کر ہی رہ گیا ہے۔

تحریک آزادی ہند کی تاریخ میں مرکزی کردار ادا کر کے قوم سے'' بابائے قوم'' کا خطاب پا کر ملک کے عوام سے خراج تحسین وصول کرنے والے مہاتما گاندھی کی جان بچانے والے بطخ میاں انصاری کا واقعہ تاریخ کے صفحات پر کیوں مناسب جگہ نہ پا سکا؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ 1915 میں جنوبی آفریقہ سے ہندوستان آنے والے گاندھی جی نے اپنی زندگی میں گذرے ہوئے ہر واقعہ کو، اس واقعہ میں شامل ہر کردار کو اپنی کتابوں میں، اپنے خطوط میں، اخباروں میں تفصیل سے ذکر کیا، ہر چھوٹے واقعہ پر توجہ دینے والے مہاتما گاندھی ،خود ان پر انگریز مالکان باغات کے ذریعہ رچی گئی قتل کی سازش اور اس سازش کو ناکام بنا کر بے انتہا مظالم سہنے والے بطخ میاں انصاری کا ذکر کرنا کیوں بھول گئے؟ یہ سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے، صرف بطخ میاں انصاری کے بارے میں ہی نہیں بلکہ چمپارن کے ستیہ گرہ تحریک کے سلسلے میں گاندھی جی کی بھرپور تائید واعانت کرنے والے شیخ گلاب، پیر محمد مونس، ہربنس سہائے، شیتل رائے جیسے کسان قائدین کے بارے میں بھی گاندھی جی کا کوئی تبصرہ نہ کرنا چہ معنی دارد؟ جنوبی آفریقہ سے وطن لوٹنے والے موہن داس کرم چند گاندھی جنوبی آفریقہ کے واقعات اس کے بعد بھارت آنے کے بعد یہاں پیش آئے تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے

An Auto biography or the story of my experiments with truth

کو 1925 میں لکھا یہ کتاب دو حصوں میں 1927 اور 1929 میں شائع ہوئی ۔ یہ کتاب مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکی ہے ۔ اس کتاب میں ''نیل کا داغ'' (The Stain of Indigo) بہاریوں کی سادہ لوحی (The Gentle Bihari) ''اہنسا سے دو بدو'' (Face to Face with Ahinsa) مقدمہ کی واپسی (Case withdrawn) کام کے طریقے (Methods of Work) ساتھی (Companions) گاؤں میں سرایت کر جانا (Penetrating the Village) جب گورنر نے اچھا کیا (When a Governor is good) مزدوروں سے تعلقات (In Touch with Labours) جیسے عنوانات کے تحت چمپارن کی یادداشتوں کو قلمبند کیا۔ ان متعلقہ عنوانات میں کسان قائد راجکمار شکلا کا تو گاندھی جی نے ذکر کیا لیکن بطخ میاں انصاری، پیر محمد مونس وغیرہ کا ذکر نہ کرنا تعجب خیز ہے!

ڈاکٹر راجندر پراساد نے بھی چمپارن کی تاریخ، چمپارن ستیہ گرہ سے متعلق کئی صفحات سیاہ کر ڈالنے کے باوجود کہیں پر بھی بطخ میاں انصاری کا ذکر نہیں کیا۔ جس وقت زہریلی غذا سے گاندھی جی کے قتل کی سازش کو بطخ میاں نے ناکام بنادیا تھا اس وقت بابو راجندر پراساد اس کے عینی گواہ تھے۔ اسی وجہ سے 1950 میں جلسہ عام میں عوامی مجمع کے سامنے انتہائی تاریخی اہمیت کے حامل اس واقعہ کو صدر جمہوریہ نے ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد بطخ میاں انصاری کے گھریلو حالات کے تعلق سے دلچسپی لینے والے ڈاکٹر راجندر پراساد اپنی کتابوں میں بطخ میاں انصاری کی قربانی اور دلیری کا ذکر کیوں نہیں کیا یہ سمجھ سے باہر ہے۔

چمپارن کے کسانوں کی جدوجہد میں شخصی طور پر حصہ لینے کے علاوہ اس جدوجہد کی تفصیلات کو وقتاً فوقتاً ضبط تحریر میں لاکر، پرتاپ، اور دوسرے اخبارات کے ذریعہ عوام کے علم میں لانے والے صحافی پیر محمد مونس بھی بطخ میاں انصاری کے واقعہ کو ضبط تحریر میں نہیں لائے۔ مہاتما گاندھی چمپارن ستیہ گرہ کے سلسلے میں تقریباً چھ ماہ یا نو ماہ وہاں گذارے، اس وقت چمپارن میں وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کو پیر محمد مونس نے ''پرتاپ'' ہفتہ روزہ/روزنامہ اخبار کے ذریعہ مشتہر کر رہے تھے۔

انگریزوں کی من مانی کو ختم کرنے کے لئے آنے والے مہاتما گاندھی کو زہر دیکر ختم کرنے کے لئے رچی گئی سازش، اس سازش کو ناکام بنانے والے بطخ میاں انصاری کے بارے میں، پھر اس کے بعد نیل کے مالکان باغات (Indigo Planters) کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے بطخ میاں انصاری کے گھرانے کے تعلق سے کیوں نہیں لکھا گیا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جسی کا کوئی جواب نہیں، معروف مورخ کے ۔ کے ۔ دتہ (1982 - 1905) پیر محمد مونس کے گھر سے کچھ کاغذات، ''چمپارن کی تاریخ'' کے عنوان سے پیر محمد مونس کی لکھی ہوئی کتاب کا مسودہ اور کچھ خطوط لیکر گئے۔ ان کاغذات اور خطوط کو پیر محمد مونس کی تخلیقات کے

طور پر وہ مرتب کرنا چاہتے تھے۔ چمپارن کی تاریخ کی کتاب کو بھی شائع کرنا چاہتے تھے۔ لیکن 1934 میں وقوع پذیر ہونے والے زلزلے میں ان کے گھر میں موجود پیر محمد مونس کی تحریریں، خطوط و دیگر کاغذات تباہ و برباد ہو گئے۔ اس وجہ سے بطخ میاں انصاری کے تعلق سے پیر محمد مونس کچھ لکھنا چاہتے تھے کہ نہیں پتہ نہ چل سکا۔ اس کے باوجود چمپارن کے ستیہ گرہ تحریک کے نہ صرف اہم واقعات بلکہ ہر نکتہ کو اخبار ''پرتاپ'' کے ذریعہ عوام کے علم میں لانے والے ایسے شخص نے گاندھی جی کی جان لینے کے لئے رچی گئی خطرناک سازش، اور اس سازش کو بابو راجندر پراساد کی موجودگی میں' ان کے سامنے ناکام بنا کر گاندھی جی کی جان بچانے جیسے انتہائی اہم خبر اور واقعہ کو اپنے اخبار ''پرتاپ'' یا دوسرے اخبارات کو پیر محمد مونس کیوں رپورٹ نہیں کر سکے؟ یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

خواہ کچھ ہو تحریک آزادی ہند کی تاریخ میں اپنا ایک مخصوص مقام بنا لینے والے ''بابائے قوم'' مہاتما گاندھی کی جان بچا کر انگریزوں کی خطرناک سازش کو ناکام بنانے والے بطخ میاں انصاری کو تحریک آزادی کے ادبی تاریخ میں مستحق اور مناسب مقام کا نہ ملنا افسوس ناک بات ہے۔ اس دن کے اس واقعہ کے عینی شاہد رہ کر، آزاد ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے ڈاکٹر راجندر پراساد نے علی الاعلان انصاری کی قربانی اور ہمت کو واشگاف کیا۔ انصاری کے گھرانے کی دگرگوں معاشی حالات پر ترس کھا کر نیک نیتی سے بحیثیت صدر جمہوریہ ہند چند بیگے زراعتی زمین الاٹ کرنے کے بذات خود احکامات صادر کرنے کے باوجود، یہ احکامات جمہوری حکومتوں کے دفتروں اور فائلوں میں دب کر رہ گئے۔ ستر سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود ان احکامات پر پوری طرح عمل نہ ہونا، انتہائی افسوس اور رنج کی بات ہے۔

❁❁❁

Books:

01. Hindustani Musalmano ka jang-e-Azadi Mein Hissa (Hindi) Syed Ibrahim Fikri, New Delhi, 1999.
02. Muslim Freedom Fighters (English), Syed Ubaidur Rahaman, New Delhi, 2017,
03. The Immortals (Album in English and Telugu), Syed Naseer Ahamed, Azad House of Publication, Undavalli, Andhrapradesh, 2014.
04. Chirasmaraneeyulu (Telugu), Syed Naseer Ahmed, Azad House of Publications, Vinukonda, Andhrapradesh, 2008.
05. Shek Gulab (Hindi) Afroz Alam Shahil, New Delhi, 2017.
06. Dalith Freedom Fighters (English) Mohan Dass Namishray, Gyan Publishing House, New Delhi, 2010.
07. Mazharul Haque (English), Dr Aeyamuddin Ahmad and Dr Jata Sankar jha, Publication Division, Govt of india, 1976.

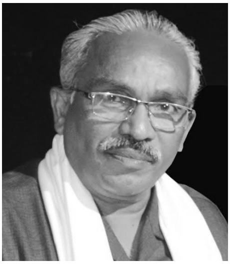
08. The Muslim Elite (English) Ali Ashraf, Atlantic Publishers & Distributors, New Delhi, 1982.
09. Muslims and Freedom Movement in india (English), Kamta Chaubey,ghugh Publications, Allahabad, 1990.
10. Peer Muhammad Moonis Kalam Sathyagrahi (Hindi), Sreekanth, - Prabhat Prakashan, New Delhi, 2017.
11. Sathyasodhana leka Athma katha (Telugu), Mohandas Karamchand Gandhi, Telugu Translation by Vemuri Radhakrishnamurthy, Navajeval Publishing House, Ahmadabad, 1993.

Articles:

01. Batakh Mian vs Nathuram Godse : How has india forgotten about the man who refused to poison gandhi? - Ajaz Ashraf
02. On the 100th anniversary of the Champaran Satyagraha, the family of the man who saved gandhi says the country has forgotten him- S. Anoop.
03. Family of Mahatma's saviour in dire straits - BV Murty, Hindustan Times.
04. Batak Mian - forgotten patriot who saved Mahatma's life in 1917- Manzar Bilal, Two Circle.net., January 30,2010.
05. The Forgotten Cook who paid Heavily for refusing to poison Mahatma Gandhi, Sanchari pal January 30, 2018.
06. Unrewarded saviour and Unsung hero, Sandeep Bhaskar, Deccan Herald, Oct 03, 2009.
07. Pir Mohammed Munis : An organic intellectual activist of the champaran satyagraha, Mohammed Sajjad, Aligarh Muslim University, May 1, 2013.
08. Here's The story of Pir Muhammed Munis, A Hindi Journalist And Unsung Hero of Champaran Satyagraha, Afroz Alam Sahil, Journalist, Delhi.
09. Champaran : Jis admine Gandhi ki jan Bachaye, desh aur system use bhoolgaya (Hindi), Chandana Srivastav,
10. Mahathma Gandhi ki jaan Bachane vaale Bataq Miya Ansari (Hindi), Jabir Hussain, Patna, Bihar.
11. Champaran Sathyagraha : Retrieving Some Forgotten Heroest, Mohammad Sajjad and Afroz Alam Sahil, History and Sociology of South Asia 12 (1) 1-16-2007, Jamia Millia Islamia, Sage Publications.

Videos :

01. Batak Mian : Forgetten Patriot who saved Bapu's life in1917
https://www.youtube.com/watch?v=sj9Ajqk9Mp4
02. Mahatma Gandhi Ko Bachaane Waale Shakhs ko jaantain Hain aap?
https://www.youtube.com/watch?v=qOCvxWNUqDI.



سید نصیر احمد۔ تعارف

سید نصیر احمد ضلع نیلور تعلقہ الوّر کے پُریتی نامی گاؤں میں 1955 ڈسمبر 22 کو پیدا ہوئے۔ شیخ بی بی جان اور سید میراں محی الدین ان کے والدین تھے۔ وہ ایک کسان گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تعلیم ایم۔ کام، یل یل بی، ہندی ساہتیہ رتنا۔ ڈی جے۔ پیشہ وکالت۔ مشغلہ۔ صحافی، ادیب۔ موجودہ سکونت۔ اُنڈاولی۔ 522501۔ تاڑے پلی منڈل، ضلع گنٹور، آندھرا پردیش۔

بچپن سے لکھنے کا شوق ہونے کے باوجود ''مروپراپنچم'' نامی ماہنامہ میں پہلی بار نظمیں شائع ہوئیں۔ 1976 میں ''پراگتی'' ہفتہ وار، جیہ شری، جیوتی'' ماہ ناموں میں بہت ساری کہانیاں، کارٹون شائع ہوئیں۔ اس وقت سے مختلف اخباروں میں نظمیں، کہانیاں سیاسی، سماجی ادبی، تاریخی تجزیاتی مضامین۔ مزاحیہ اورطنزیہ کارٹون شائع ہوئے۔ دوست وی یساراؤ دھانی کے ساتھ ملکر ''مروپراپنچم''، ''بھیری'' نامی ماہنامے نکالے، ریاست کے مختلف عوامی اداروں، تنظیموں کی جانب سے نکالے جانے والے اخباروں میں مدیر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ وہ خود بھی 2006 سے 2011 تک انڈیا نامی ماہنامہ نکالتے رہے۔

تحریک آزادی ہند میں مسلم عوام کے کردار کو آشکارا کرتے ہوئے 1998 سے تصانیف اور ان کی اشاعت شروع کی۔ اس وقت سے (۱) تحریک آزادئ ہند مسلم ۔ (۲) تحریک آزادی ہندو مسلم خواتین۔ (۳) تحریک آزادی ہند۔ آندھرا پردیش کے مسلم۔ (۴) شیر میسور ٹیپو سلطان۔ (۵) تحریک آزادی ہند، مسلم عوامی لڑائیاں۔ (۶) شہید اعظم اشفاق اللہ خان۔ (۷) بھارت کی جنگ آزادی اور مسلم مجاہدین۔ (۸) چرسمرانیسیلو (۹) 1857 اور مسلمان (۱۰) اکشرا شلپلو (۱۱) چریتار تھلو، تلگو، دی اٹار ٹلیس انگریزی۔ (۱۲) کوویت کبرلو۔ (۱۳) بسمل اشفاق (۱۴) پنڈت رام پر اساد بسمل، اشفاق اللہ خان۔ (۱۵) آزاد ہند فوج مسلم مجاہدین۔ (۱۶) مہاتما گاندھی کی جان بچانے والے بطخ میاں انصاری، جیسی کتابیں شائع کروائیں۔ ان کتابوں میں 12 کتب مختلف اشخاص اور اداروں کی طرف سے دوسری بار بھی شائع ہوئیں۔

''تحریک آزادی ہند۔ اور مسلم'' عنوان سے نصیر احمد کے ذریعہ لکھا گیا طویل انگریزی مضمون علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ذریعہ شائع کردہ ساونیر ''تحریک آزادئ ہند میں مسلمانوں کا حصہ'' میں جگہ پایا۔ اس مضمون کو کئی ریاستوں کے مختلف ادارے، تنظمیں اور اخبارات اپنے اپنے اسپیشل ساونیرس میں اس کو دوبارہ سے شائع کیا۔ ان کی کتابوں کو کئی مقامات کے اخبارات تسلسل سے قسط وار شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔

ان کتابوں میں شہید اعظم اشفاق اللہ خان اردو زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ پنڈت رام پر اساد بسمل۔ اشفاق

اللہ خان نامی کتاب تلگو، انگریزی، اردو زبانوں میں 20 ہزار کاپیاں چھپوا کر ہندوستان بھر کے 250 سے زیادہ مراکز میں مفت تقسیم کروائی گئیں۔ تلگو اور انگریزی زبانوں پر مشتمل 2014 میں، چریتار تھلو/ دی امارٹلس کے نام سے نکلنے والے آلبم کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہ تصاویری آلبم اردو۔ ہندی، تمل، گجراتی، اور مراٹھی زبانوں میں آنے والا ہے۔

فی الوقت (۱) چریتار تھلو۔ (۲) چرسمرانیسیلو (۳) بھارتیہ سواتنتر اسنگرامم۔ مسلم یودھولو، (۴) چرتر اسرشٹھنا مسلم مہللو۔ (۵) ماترو بھومی سیوالو کروتا تھولاٹنا مسلم مُدد بڑلو۔ (۶) دکشنہ بھارتہ کمیونسٹ اُدھیمیہ نرماتا۔ داداامیر حیدر خان۔ (۷) بھارتیہ مسلم لو، اسحتی گنتلو۔ (۸) بھارتیہ مسلم سماجم۔ اپوہلو واستہ والو۔ جیسی کتابیں زیر ترتیب ہیں۔ اور بہت جلد شائع ہونے والی ہیں۔

گذشتہ ایک دہے سے اوپر وہ جو تحریری جدو جہد میں مصروف ہیں اس کی پہچان اور اعزاز کے طور پر آندھرا پردیش، تلنگانہ، نئی دہلی، اتر پردیش اور مہاراشٹرا جیسی بہت سی ریاستوں کے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور تنظیموں نے 2018 تک انہیں تقریباً (20) سے زیادہ اعزازات اور ایوارڈس سے نوازہ ہے۔

بھارت کے مسلم مجاہدین آزادی کے واقعات وتفصیلات کو عوام کے سامنے لانے کی غرض سے تمام ملک میں مختلف اداروں اور اشخاص کی دعوت پر تحریک آزادی ہند کے مسلم مجاہدین کے فوٹوؤں پر مشتمل اگزیبشنس (Exhibitions) نمائش منعقد کرتے ہوئے ان مجاہدین کی تفصیلات سے واقف کروا رہے ہیں۔ طلباء کے کتابوں اور کاپیوں پر چسپاں کئے جانے والے ''نیم اسٹیکرس'' (Name Stickers) کو جنگ آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیکر خصوصیت حاصل کرنے والے مجاہدین کی فوٹو اور دیگر تفصیلات سے مزین کر کے دوستوں اور قوم کے ہمدردوں کی مالی مدد سے شائع کروکر پورے ملک میں مفت تقسیم کئے ہیں، یہی نہیں '' پنڈت رام پراساد بسمل، اشفاق اللہ خان نامی کتاب کو تلگو، اردو اور انگریزی زبانوں میں شائع کروا کر مفت تقسیم کی گئیں۔

ہمارے بزرگوں کی بے مثال قربانیوں، جرات وشجاعت سے بھرپور تاریخ کے واقعات کو عوام خصوصاً نوجوان طلباء طالبات کے علم میں لانے کے لئے عملی پروگراموں کے ذریعہ گذشتہ 20 سال سے کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی کتابوں کی پی ڈی یف فائلوں کو خواہشمند افراد کو مفت سر براہ کر رہے ہیں۔ انٹرنیٹ پر دو ویب سائٹس قائم کر کے کتابوں کو مُفت ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت فراہم کی ہے۔

سید نصیر ایک مصنف، اداکار، مصور مزاحیہ کارٹونسٹ، مقرر، مدیر، صحافی، وکیل، مورخ، سماجی خدمت گذار کی حیثیت سے مختلف میدانوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے بین الاقوامی، قومی، علاقائی، سطح کے جلسوں، سیمناروں، بحث ومباحثوں میں شرکت کی۔ معاشی سماجی اونچ نیچ سے پاک ایک سیکولر اور جمہوری نظام کے قیام میں بحیثیت ایک مصنف کے تعاون کرنا، علم کو نچلی سطح تک عام کرنے کے مقصد سے بے تکان تصنیفی مشغلے میں مصروف ہیں۔

پبلیشرس

We are very much thankful to the following Philanthropists without whose support we could not have published this Booklet.

AHP

AZAD HOUSE OF PUBLICATIONS
C-2, Sree Rams Arcade, Amaravathi Road, UNDAVALLI - 522 501
Tadepalli Mandalam, Guntur Dist., Andhra Pradesh
Mobile: 94402 41727, Mail ID: naseerwriter2017@gmail.com